نئی بائیک چند دن چلنے کے بعد کم قیمت میں واپس لے سکتے ہیں؟

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)

Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Sar-9086

تاریخ:10-09-2024

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارا موٹر سائیکل کا شوروم ہے، ہم (cash) نقد پر موٹر سائیکل فروخت کرتے ہیں۔ بسا اوقات کچھ روز بعد ہی کسٹمر موٹر سائیکل واپس کرنے آجاتا ہے، کسٹمر نے موٹر سائیکل کچھ کلومیٹر چلایا بھی ہوتا ہے، اب کسٹمر کا اصرار ہوتا ہے کہ اسی قیمت پر واپس کریں جس پر خریدا تھا کہ ہم نے ایک دو دن ہی بس چلایا ہے، جبکہ ہم زیرو میٹر موٹر سائیکل دیتے ہیں، کسٹمر اسے چند کلومیٹر چلا لیتا ہے، اور میٹر چلنے پر اس کی زیرو میٹر والی قیمت نہیں رہتی، کم ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں ہم کم پیسے واپس کرکے موٹر سائیکل واپس رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

نفسِ مسئلہ جاننے سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ بائع (بیچنے والے) اور مشتری (خریدار) کا بیع تام یعنی سودا مکمل ہونے کے بعد باہمی رضامندی سے خریدی ہوئی چیز اور قیمت واپس کرنا اور بیع کو فسخ کرنا، یعنی سودا (Agreement) ختم کرنا، شرعاً جائز ہے، اصطلاحِ شرع میں اسے اِقالَہ کہا جاتا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان سے اقالہ کیا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے گناہوں کو ختم کردے گا۔ اقالہ کی ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ پہلی قیمت پر ہی چیز کو واپس کرنا ضروری ہے، کم یا زیادہ قیمت کی شرط لگانا درست نہیں، اگر لگائی گئی، تو وہ شرط لَغْو (فضول) قرار پائے

گی،یعنی پھر بھی پہلی قیمت ہی لوٹاناضروری ہو گا،بشرطیکہ بیچی گئی چیز خریدار کے قبضے میں اسی حالت پر باقی ہو جس حالت میں عقد کے وقت تھی یعنی اس میں کوئی عیب وغیرہ پیدا نہ ہوا ہو اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جائے کہ جس کی وجہ سے مبیع (بیچی گئی چیز) کی اصل قیمت میں کمی آجائے، تو بیچنے والا وصول کی گئی رقم میں سے مارکیٹ کے ریٹ کے مطابق بقدرِ نقصان کٹوتی کر سکتا ہے۔

اب نفسِ مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ شوروم پر کھڑے زیرو میٹر موٹر سائیکل کی قیمت بنسبت استعمال شدہ موٹر سائیکل سے زیادہ ہوتی ہے اور موٹر سائیکل کچھ گھنٹے یا کچھ دن چلنے کی وجہ سے زیرو میٹر نہیں رہتا،اس کا شمار استعمال شدہ موٹر سائیکل میں ہوتا ہے اور مارکیٹ میں زیرو میٹر اور استعمال شدہ موٹر سائیکل کی قیمت میں فرق ہوتا ہے،زیرو میٹر کی جو قیمت ہوتی ہے،چلنے کی وجہ سے وہ کم ہو جاتی ہے اور تاجروں کی نظر میں قیمت کا کم ہو جانا عیب شمار کیا جاتا ہے،لہذا موٹر سائیکل چلنے کی وجہ سے مارکیٹ میں جو اس کی قیمت کم ہوئی ہے،اتنی قیمت کی آپ کٹوتی کر سکتے ہیں۔

اس کا ایک حل یہ بھی ہے کہ فریقین پچھلے معاہدے کو ختم کرنے کی بات نہ کریں، بلکہ نئی خرید و فروخت کر لیں، یوں کہ شے کا مالک شے کو بیچ رہا ہے اور دُکاندار خرید رہا ہے، اس صورت میں باہمی رضا مندی سے جو بھی قیمت طے کرنا چاہیں شرعاً جائز ہے، لیکن اس نئی خریداری میں دُکاندار پہلی قیمت سے کم قیمت پر اس وقت خرید سکتا ہے، جبکہ پچھلے سودے میں گاہک سے مکمل قیمت وصول کر لی ہو، ورنہ کم قیمت میں خریدنا بھی جائز نہیں۔

اقالہ کے جواز کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:"قال رسول اللہ: من اقال مسلما اقالہ اللہ عثرتہ یوم القیامۃ" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان سے اقالہ کیا، قیامت کے دن اللہ کریم اس کی لغزشیں معاف فرما دے گا۔
(سنن ابن ماجہ، ج 2، کتاب التجارات، ص 741، مطبوعہ دار إحیاء الکتب العربیہ)

الجوھرۃ النیرۃ اور درمختار میں ہے، واللفظ للاول:"اقالۃ فی اللغۃ ھی الرفع، وفی الشرع

عبارۃ عن رفع العقد" ترجمہ: اقالہ کا لغوی معنی کسی چیز کو اٹھانا ہے اور شرع میں اس سے مراد عقد کو ختم کرنا ہے۔ **(الجوھرۃ النیرہ، ج1، ص207، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ)**

الموسوعہ الفقہیہ میں ہے: "الاقالۃ عند الجمھور عود المتعاقدین الی الحال الاول بحیث یاخذ البائع المبیع والمشتری الثمن" ترجمہ: جمہور کے نزدیک اقالہ عاقدین (بائع و مشتری) کے پہلی صورت کی طرف لوٹ جانے کو کہتے ہیں، اس طرح کہ بائع مبیع اور مشتری ثمن لے لے۔

(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ، ج2، ص23، مطبوعہ دارالسلاسل، الکویت)

اقالہ میں فروخت کنندہ اور خریدار کی باہمی رضامندی کے شرط ہونے کے متعلق درمختار میں ہے: "من شرائطھا اتحاد المجلس ورضا المتعاقدین" یعنی مجلس کا ایک ہونا اور متعاقدین (بائع و مشتری) کا رضامند ہونا اقالہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، ج5، ص 121، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

فتاوی عالمگیری میں ہے: "وشرط صحۃ الاقالۃ رضا المتقائلین" ترجمہ: اقالہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط متقائلین (یعنی اقالہ کرنے والے دونوں افراد) کا رضامند ہونا ہے۔

(الفتاوی الھندیہ، ج3، ص 157، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اقالہ سابقہ قیمت پر ہونے کے متعلق اور عیب کی صورت میں قیمت میں کمی کے متعلق ہدایہ میں ہے: "الاقالۃ جائزۃ فی البیع بمثل الثمن الاول۔۔۔فان شرطا اکثر منہ او اقل فالشرط باطل ویرد مثل الثمن الاول۔۔۔وکذا اذا شرط الاقل۔۔۔الا ان یحدث فی المبیع عیب فحینئذ جازت الاقالۃ بالاقل لان الحط یجعل بازاء ما فات بالعیب" ترجمہ: پہلے ثمن کی مثل کے بدلے بیع میں اقالہ (یعنی عقدِ بیع ختم) کرنا جائز ہے، پس اگر انہوں نے پہلے ثمن سے زیادہ یا کم ثمن لینے دینے کی شرط لگائی، تو شرط باطل ہو گی اور پہلے ثمن کی مثل کے عوض ہی وہ چیز لوٹائی جائے گی، اسی طرح کم ثمن کی شرط لگانا بھی درست نہیں، لیکن اگر بیچی گئی چیز میں کوئی عیب پیدا ہو گیا ہو، تو پھر پہلے ثمن (کہ جس کے عوض چیز خریدی تھی، اس) سے کم کے عوض اقالہ کرنا، جائز ہے، کیونکہ ثمن میں کی گئی کمی، عیب کی وجہ سے اس چیز میں آنے والے نقصان

کاعوض قرار دی جائے گی۔

(الھدایہ، باب الاقالہ ، ج 3، ص 55 ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ، بیروت)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:"اذا باع جاریۃ بالف درھم وتقایلا العقدفیہ بالف درھم۔۔۔صحت الاقالۃ وان تقایلا بالف و خمسمائۃ صحت الاقالۃ بالف و تلغو خمس مائۃ، وان تقایلا بخمسمائۃ فان کانت الجاریۃ باقیۃ فی یدالمشتری علی حالھا ولم یدخل بھا عیب صحت الاقالۃ بالف و یلغوذکر خمس مائۃ فیجب علی البائع ردالالف علی المشتری وان دخلھا عیب یصیر اقالۃ بخمسمائۃ ویصیر المحطوط بازاء النقصان"ترجمہ:جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم کے عوض ایک کنیز فروخت کی اور دونوں نے ہزار درہم کے عوض اس عقد کا اقالہ کیا، تو یہ اقالہ صحیح ہے اور اگر ڈیڑھ ہزار میں کیا، تو ہزار کے عوض اقالہ درست ہو گا اور پانچ سو کا ذکر لغو ہے اور اگر پانچ سو میں اقالہ کیا، تو اگر کنیز مشتری کے قبضے میں اسی حال پر ہو جس حال پر بیچنے کے وقت تھی، اس میں کوئی عیب پیدا نہ ہوا ہو، تو اس صورت میں بھی ہزار کے عوض ہی اقالہ درست ہو گا اور پانچ سو کا ذکر لغو ہے، لہذا بیچنے والے شخص پر مشتری کو ہزار درہم دینا واجب ہو گا اور اگر کوئی عیب پیدا ہو چکا ہو، تو (کمی کر کے مثلاً) پانچ سو کے عوض میں اقالہ ہو جائے گا اور ثمن میں ہونے والی کمی، مبیع میں پیدا ہونے والے نقصان کے بدلے میں ہو گی۔

(الفتاوی التاتارخانیہ، ج 9، ص 308، مطبوعہ کوئٹہ)

عیب کی تعریف کے متعلق ہدایہ میں ہے:"(کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادۃ التجار فھو عیب) لان التضرر بنقصان المالیۃ و ذلک بانتقاص القیمۃ والمرجع فی معرفتہ عرفُ اھلہ"ترجمہ: ہر وہ خامی جو تاجروں کے عُرف میں قیمت کے کم ہونے کا سبب بنے تو وہ "عیب" ہے، کیونکہ مالیت میں کمی آنے کی وجہ سے ہی نقصان ہوتا ہے اور مالیت میں کمی قیمت کم ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور قیمت کی کمی کی پہچان و اندازہ لگانے کے لیے وہاں کی مارکیٹ والوں کے عرف کا اعتبار ہوتا ہے۔

(الھدایہ، باب الاقالہ، ج 3، ص 37 ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ، بیروت)

تحفۃ الفقھاء میں ہے:"کل ما اوجب نقصان القیمۃ والثمن فی عادۃ التجار فھو عیب"ترجمہ: ہر

وہ خامی جو تاجروں کے عرف میں قیمت یا ثمن کے کم ہونے کا سبب بنے، تو وہ عیب ہے۔

(تحفة الفقهاء، ج 2، ص 93، مطبوعه دار الكتب العلميه، بيروت)

گاہک اقالہ کے بعد خود اپنی مرضی سے کچھ دنوں کی رخصت دے دے، تو اس کے درست ہونے کے متعلق شرح مجلۃ الاحکام میں ہے: "اما لو تقايلا ثم اجله قيل يصح التاجيل" ترجمہ: البتہ اگر ان دونوں نے اقالہ کر لیا، اس کے بعد مشتری نے بائع کو کچھ مدت تک کی رخصت دے دی، تو ایک قول کے مطابق یہ مدت دینا صحیح ہے۔

(شرح مجلة الاحكام، الفصل الثانی فی البیع بالنسیئة والتاجیل، المادة: 245، جلد 2، صفحه 166، مطبوعه پشاور)

ردالمحتار میں ہے: "ان تقايلا ثم أجله ينبغي أن لا يصح الأجل عند أبي حنيفة فإن الشرط اللاحق بعد العقد يلتحق بأصل العقد عنده۔۔۔ لكن تقدم في البيع الفاسد أنه لا يصح البيع إلى قدوم الحاج، والحصاد والدياس، ولو باع مطلقا ثم أجل إليها صح التأجيل" ترجمہ: اگر دونوں نے اقالہ کر لیا پھر مشتری نے ثمن کو مؤخر کیا، تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چاہیے کہ یہ مؤخر کرنا درست نہ ہو، کیونکہ عقد کے بعد لاحق ہونے والی شرط آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل عقد کے ساتھ ملحق ہوتی ہے، لیکن بیع فاسد میں پہلے گزر چکا ہے کہ حاجیوں کے آنے، گندم کی کٹائی اور گہائی تک ثمن کو مؤخر کرنے کی شرط کے ساتھ بیع صحیح نہیں ہوتی اور اگر وہ مطلق بیع کرے پھر ان کے آنے تک ثمن کو مؤخر کر دے، تو یہ تاجیل درست ہے۔

(رد المحتار، كتاب البيوع، ج 5، ص 126، مطبوعه دار الفكر، بيروت)

بیچنے والے کا خریدار سے باہم رضامندی سے کمی بیشی کے ساتھ خریدنا، جائز ہے، جبکہ کمی کی صورت میں گاہک سے پہلے عقد کی مکمل قیمت وصول کر لی ہو، چنانچہ تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "(و) فسد (شراء ما باع بالأقل) من قدر الثمن الأول (قبل نقد) كل (الثمن) الأول (جاز) لو شراه بأزيد أو بعد النقد، ملتقطاً" ترجمہ: اور اپنی ہی فروخت کی ہوئی چیز پہلے ثمن (قیمت) سے کم میں خریدنا ادائیگی ثمن سے پہلے ہو، تو جائز نہیں اور اگر ادائیگی کے بعد ہو یا پہلے ثمن سے زائد میں خریدا جائے، تو جائز ہے۔

(تنویرالابصار ودرمختار، کتاب البیوع، جلد7، صفحہ268-269، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”شراء بآقل، قیمت ادا ہونے کے بعد بلا شبہ جائز ہے، مثلاً: ایک چیز زید نے عمرو کے ہاتھ ہزار روپے کو بیچی عمرو نے روپے ادا کر دیئے، پھر زید نے وہی چیز عمرو سے پانچ سو کو خریدلی کہ چیز کی چیز واپس آگئی اور پانچ سو مفت بچ رہے، یہ جائز و حلال ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 549، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

بہارِ شریعت میں ہے: ”خود مشتری سے اُسی دام میں یازائد میں خریدی یا ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد (پہلی قیمت سے کم میں) خریدی، یہ سب صورتیں جائز ہیں۔“

(بھار شریعت، جلد 2، حصہ 11، صفحہ 708، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدالرب شاکر عطاری مدنی

05ربیع الاول1446ھ/10ستمبر2024ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے